بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہ ولی اللہ کی تنقید تصوف

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(یہ مقالہ ''شاہ ولی اللہ کا فلسفۂ تصوف'' کے عنوان سے ادارۂ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں منعقد بین الاقوامی سیمینار میں پیش کیا گیا، راقم کو یہ عنوان ادارے کی طرف سے ملا تھا۔)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (1703/1114--1763/1176) ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جہاں ہر طرف تصوف کا غلغلہ تھا۔ شیخ طریقت والد اور صاحب ذوق و معرفت چچا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ان کے اساتذہ اور مشائخ نے بھی ان کے اس رجحان کو قوت عطا کی اور اسے جلا بخشا۔ خود مبدأ فیاض نے تصوف و روحانیت کو ان کی طبیعت میں خوب رچا بسا دیا تھا۔ شاہ صاحب ایک قولا و فعلا، نظراً و عملا صوفی تھے اور ابتداء سے انتہا تک صوفی رہے۔ ان کی فکری زندگی کو سفر حرمین سے قبل و بعد کے ادوار میں تقسیم کرنا لغو و عبث ہے وہ ساری زندگی صوفیاء کے مشرب کے امین و نقیب رہے۔ نفس تصوف کا تو انکار کیا جا سکتا ہے، شاہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی مقام و مرتبے سے بھی انکار کیا جا سکتا ہے، لیکن اس امر کا انکار مشکل ہے کہ شاہ صاحب خالصتاً صوفی تھے۔ کیونکہ اول الذکر ایک فکری مسئلہ اور دعویٰ ہے جو فی حد ذاتہ رد و قبول کا امکان رکھتا ہے، جبکہ دوسری بات ایک تاریخی حقیقت ہے۔ شاہ صاحب وحدۃ الوجود، فناء و بقاء، توجہ الی الشیخ (حیا و میتا)، کشف و کرامات، احوال و مقامات، الہام و مشاہدات، توسل استمداد، استعانتِ اولیاء وغیرہ کے قائل تھے اور میلاد و فاتحہ عرس و نیاز، سماع، مجالس ربیع الاول و محرم، ذکر شہادت حسین، ختم خواجگان، زیارت قبور اور دعا تعویذ وغیرہ پر عامل تھے۔ اور زندگی بھر ان پر دعوت عمل دیتے رہے۔ دلائل الخیرات، قصیدۂ بردہ، جواہر خمسہ اور دعائے سیفی وغیرہ کی سند رکھتے تھے اور اپنے مریدین و متوسلین میں تقسیم کرتے تھے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ شاہ صاحب کے یہاں افکار و اشغال کی صورت میں بعض ایسے متصوفانہ عناصر ملتے ہیں جن سے خود بیشتر حامیان تصوف بھی براءت کرتے نظر آتے ہیں جیسے: طواف قبور اور ستاروں کی تاثیرات جیسے اقوال یا پھر سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کی حلت جیسے مسائل جو صراحتاً یا اشارہ و کنایہ میں ان کی کتابوں اور تحریروں میں دستیاب ہیں۔ یہاں

دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں جیسے عالم بھی طواف قبور، سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کو شدت کے ساتھ حرام اور خارج از دائرۂ اسلام سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب جیسے صوفی بلکہ فنا فی التصوف سے تصوف وصوفیاء پر تنقید کے باب میں کچھ زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی۔ اوران کے یہاں جو کچھ تنقید ملتی ہے وہ بالکل ویسی ہے جیسی فقہاء کرام اصحاب حیل پر اور محدثین وضاعین اور راویان صنعاف پر کرتے ہیں۔(۱)

شاہ صاحب کے یہاں تصوف وصوفیاء پر تنقیدی عناصر کی کمی کی ایک وجہ ان کا تطبیقی وتوفیقی مزاج ومشرب بھی ہے جو ان کی فکر کا جزء لاینفک ہے، وہ حتی الامکان مسائل میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ انہوں نے متعدد مقام پر اس صفت کا اپنا خاصہ قرار دیا ہے۔

اس موضوع کے سلسلے میں ایک اور دشواری شاہ صاحب کے نام سے جعلی کتابوں کی اشاعت اوران کی اپنی کتابوں میں تحریف والحاق کی شہرت ہے۔ مثلاً البلاغ المبین نامی کتاب میں اس موضوع کے سلسلے میں خاصہ مواد ہے لیکن اس کا الحاقی ہونا ایک ثابت شدہ امر ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اپنے موضوعات، طرز تحریر اور زبان وبیان کے اعتبار سے شاہ صاحب کی تصنیفات سے مختلف ہے، بلکہ خارجی شہادتیں بھی اسے الحاقی ثابت کرتی ہیں۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین کے نواسے اور شاہ صاحب کی کتابوں کے ناشر سید ظہیر الدین احمد نے انفاس العارفین کے آخر میں شاہ صاحب اور دوسرے اکابرین خانوادۂ ولی اللہی کے نام سے منسوب جعلی والحاقی کتابوں کی جو فہرست دی ہے اس میں بھی البلاغ المبین کا نام درج ہے۔ تصوف واعمال صوفیاء سے متعلق خود تفہیمات الٰہیہ وغیرہ معروف کتابوں میں بعض ایسی تنقیدات ملتی ہیں جو شاہ صاحب کی عمومی فکر اوران کے اپنے معمولات سے متصادم ہیں۔

اس سلسلے میں میرا اپنا تجربہ بھی ہے، میں اسی مضمون کی تیاری کے سلسلے میں تفہیمات منشورہ ڈھابیل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ایسی عبارت میں مجھے توقف ہوا جس میں جہال صوفیاء کے ساتھ ساتھ مجاہدون للتصوف کو بھی قطاع الطریق اور لصوص الدین قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات صرف فکر ولی اللہی سے ہی نہیں بلکہ سیاق عبارت سے بھی ہم آہنگ نہ تھی۔ بعض گرامی قدر بزرگوں اور دوستوں نے عبارت کو قابل قبول معنی دینے کی کوشش کی مگر مجھے قناعت حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ معنی کو صحیح فرض کر لینے کے باوجود بھی عبارت کے سیاق وسباق میں اس مفہوم کی غرابت اور نامانوسیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی، جب قاسمی صاحب وغیرہ دوسرے مطبوعہ نسخوں میں بھی یہی عبارت ملی تو میں نے مخطوطات کی جانب رجوع کیا تو مجھے اپنے ذاتی مخطوطے کے علاوہ آزاد لائبریری میں موجود ایک مخطوطے میں بھی مجاہدون للتصوف کے بجائے جاحدون للتصوف ملا،

یعنی منکرین ومعاندین تصوف کو شاہ صاحب نے جاہل صوفیاء کے زمرے میں رکھا ہے۔ اور دونوں کو قطاع الطریق اور لصوص دین (رہزن وچور) قرار دیا ہے۔

شاہ صاحب کی تصوف پر تنقید کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلی قسم میں وہ تنقیدات شامل ہیں جن میں تصوف کے مسائل وافکار وغیرہ پر جرح کی ہے۔ اور دوسری قسم ان تنقیدات پر مشتمل ہے جن کا نشانہ ان کے معاصر ''جہال صوفیہ'' ہیں۔

پہلی قسم کی تنقیدوں میں حسن بصری کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لقاء، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک خرقہ پوشی کی روایت کی اسناد اور مفاضلہ وغیرہ کی بحث شامل ہیں۔

شاہ صاحب محدثین کے طریقے پر، متوفر روایات کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن بصری کی ملاقات کو ثابت نہیں مانتے، لیکن فوراً ہی ان کا توفیقی مشرب سامنے آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ لیکن تمام صوفیاء کا اس ملاقات پر اجماع ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

خرقہ پوشی کی روایت کے سلسلے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ مجدالدین بغدادی نے اپنی کتاب 'تحفۃ البررۃ' میں بیان کیا ہے کہ خرقہ پوشی کی نسبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے...... میں عرض کرتا ہوں کہ محقق محدثین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس اتصال کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود وہ حضرت جنید بغدادی اور ان کے طبقے کے مشائخ تک ہمیشہ خرقہ کی نسبت قائم کرتے ہیں۔'' (۲)

بعض متاخر صوفیاء کے یہاں ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے لگتا ہے کہ یہ حضرات انسان کامل کو ملک مقرب پر فضیلت دیتے ہیں، شاہ صاحب نے اس فکر کی تردید کی ہے، فرماتے ہیں:

"وقع عند كثير من أهل الله أن البشر الكاملين منهم مفضلون على المقربين من الملائكه وليس هذا بصواب" (۳) (بہت سے اہل اللہ کے نزدیک کامل انسان مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔)

اسی طرح شاہ صاحب نے "الولاية أفضل من النبوة" (ولایت نبوت سے افضل ہے) کے عقیدے کا بھی رد کیا ہے۔ (۴) اور اس ضمن میں بعض صوفیاء کے یہاں رائج اس معروف تاویل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے جس کے مطابق یہاں ولایت سے مراد نبی کی ولایت ہے۔

اگر چہ محققین واکابرین صوفیاء کے یہاں قرآن وسنت کی اتباع ہی اول وآخر معیار ہے۔حتی کہ جمہور صوفیاء نے اصحاب شطحات کی بھی رعایت نہیں کی اور واضح طور پر یہ اعلان کردیا کہ "ليست كلمة فرد حجة على جماعة شعارها التمسك بالكتاب والسنة" (۵) (کسی ایسی جماعت کے ایک فرد کا قول اس کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا جس کا یہ شعار ہو کہ ہر حال میں کتاب وسنت کو مظبوطی سے پکڑے رہا جائے) لیکن بعض متاخر صوفیا کے یہاں ''بہ مے سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں گوید'' کو رواج مل گیا اور یہ فقرہ مشہور ہوگیا کہ "من قال لشيخه:لما ،لن يفلح أبدا" (جس نے اپنے شیخ سے یہ کہا کہ: ایسا کیوں ہے۔وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔) شاہ صاحب نے متاخرین کی اس فکر کی پُر زور وبا تمثیل تردید فرمائی ہے:

"إذا أمر عارف رجلا مريدا أن يشترى الخمر وغير ذلك مما لم يبحه الشارع كما وقع لشمس الدين التبريزى مع مولانا الرومى فينبغى للمأمور أن لا يفعله وليعتذر عذرا بينا، ولا يشتمه، ولايسبه فلعل تحت ذلك طائل خلافا لأكثر الصوفياء" ۔(۶) (اگر کوئی عارف (باللہ) اپنے کسی مرید سے کہے کہ وہ شراب یا کوئی اور ناجائز چیز خرید لائے، جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی کے ساتھ شمس تبریزی کی جانب سے پیش آیا تھا تو مرید کو چاہئے کہ اسکے حکم کی تعمیل نہ کرے، اور واضح طور پر معذرت کرلے، اور شیخ کو برا بھلا نہ کہے، کیونکہ ممکن ہے اس کے پیچھے کوئی حکمت پوشیدہ ہو، اکثر صوفیا کا اس میں اختلاف ہے۔)

حلول واتحاد کا عقیدہ خالصتاً غیر اسلامی عقیدہ ہے، اور ہر دور کے صوفیاء نے اس پر نکیر کی ہے (۷)، شاہ صاحب بھی ان اکابرین کی ہمنوائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "ثم نبت فرقة خبيثة وهى الفرقة التى تزعم أن الله عين العالم والعالم عين الله وليس هناك حساب ولا عذاب" ۔(۸) (پھر ایسا فرقۂ خبیثہ ظاہر ہوا جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عالم کا عین اور عالم اللہ کا عین ہے اور سرے سے کوئی حساب وکتاب نہیں ہے۔)

"وهؤلاء المتصوفة القائلون بأن العالم عين الله والله عين العالم زنادقة وضررهم على العامة شديد وكبير" ۔(۹) (اور یہ متصوفہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ: اللہ عین عالم اور عالم عین اللہ ہے، زنادقہ ہیں، عوام الناس کے لئے یہ بے حد نقصان دہ ہیں۔)

شاہ صاحب نے حد سے تجاوز کرنے والے متقشف قسم کے زاہدوں پر اپنی کتابوں میں سخت تنقیدیں کی ہیں اور انہیں خاص نشانہ بنایا ہے، الطاف القدس میں فرماتے ہیں کہ:

''صحابہ اور تابعین کے مبارک دور کے بعد کچھ ایسے لوگ پیدا ہوگئے جنھوں نے تعمق اور تشدد کا راستہ اختیار کیا اور کسر نفسی کے بارے میں ایک بھنک ان کے کانوں میں پڑ گئی تو انہوں نے تشخیص اور مقدار کا لحاظ کئے بغیر ہر بیماری کے لیے

ہر دوا تجویز کردی، اور کہنے لگے کہ اس راہ میں رسم و عادت اور رسوم رواج کے علاوہ کوئی چیز مانع نہیں ہے، لہٰذا کوشش کر کے نفس سبعی و شہوی کو مغلوب کرنا چاہیئے ، ان لوگوں نے نفسانی خواہشات، لذیذ طعام اور عمدہ لباس ترک کردیئے، ان کی طبیعت ان بیمارزدہ لوگوں کی سی ہوجاتی ہے جو مسلسل بیماری کی وجہ سے نفس کے تمام تقاضوں کو فراموش کر چکے ہوتے ہیں۔ یا پھران کی طبیعت ان خوش مزاج زاہدوں جیسی ہوجاتی ہے جو متمدن لوگوں کی تہذیب سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں''۔ (۱۰)

متاخرین صوفیاء کے یہاں یا اِن میں سے بعض کے یہاں ظاہر و باطن کی جامعیت کا جو فقدان ملتا ہے شاہ صاحب نے اسے بھی ہدف ملامت بنایا ہے، کیونکہ تصوف میں ظاہر و باطن دونوں کی تطہیر و تعمیر پر زور دیا گیا ہے، اور یہی جامعیت قرآن کا مطلوب ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے ”ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها و مابطن“ (۱۱) شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک گروہ تو باطن کی درستگی پر اکتفا کرتا ہے اور ظاہر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا بلکہ اسے آسان اور معمولی سمجھتا ہے اور یہ متاخر صوفیاء کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے''۔ (۱۲)

شاہ صاحب صوفیاء کرام کے اوراد و اشغال پر پوری زندگی عمل پیرا رہے اور اس ضمن میں آپ نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن بایں ہمہ اگر وہ سلاسل صوفیاء میں موجود کسی عمل کی کتاب و سنت سے دلیل نہیں پاتے، اور اس کے لیے کوئی تاویل حسن بھی تلاش نہیں کر پاتے تو اُس سے اپنی براءت کے اعلان میں کسی پس و پیش سے کام نہیں لے تے تھے۔ القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ:

”للچشتية صلاة تسمى صلاة المعكوس لم نجد من السنة و لا أقوال الفقهاء ما نشدها به فلذالك حذفناها“ ۔ (۱۳) (چشتیوں کے یہاں ایک نماز ہے جسے صلاۃ معکوس کہتے ہیں، لیکن اس کی تائید میں مجھے سنت اور فقہاء کے اقوال میں سے کوئی چیز نہیں ملی لہذا میں نے اسے حذف کردیا۔)

اسی طرح اس کتاب کی چوتھی فصل میں اشغال مشائخ قادریہ کا ذکر ہے جس میں ایک شغل آنے والے احوال و وقائع کے کشف کا ہے، اس میں قرآن کریم کو آگے پیچھے، دائیں اور بائیں ہر چہار سمت میں کھلا رکھنا پڑتا ہے۔ اس کا مکمل ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

”قلت هذا ما قبل، وفي قلبي منه شئ لما فيه من إساءةالأدب بالمصحف“ ۔ (۱۴) (یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، میرا دل اسے گوارا نہیں کرتا، کیونکہ اس میں قرآن شریف کی ایک طرح کی بے ادبی ہے۔)

شاہ صاحب نے بعض نقشبندی صوفیاء کے اس ''گمان'' کا بھی رد کیا ہے کہ اس سلسلے میں اوراد وظائف نہیں ہیں اور اس کے لیے عقلی و نقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ ''ہمعات'' میں فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ مشہور روایات میں صبح و شام اور سوتے وقت کے اذکار وادعیہ کے مذکور ہونے کے باوجود خواجہ نقشبندان کا کلیتاً انکار کر دیں، نقلی دلائل میں مولانا یعقوب چرخی کے 'رسالۂ انسیہ' کا حوالہ دیا ہے، اور خود خواجہ نقشبند کے اس قول کو بھی پیش کیا ہے کہ:

''ہمارے طریقے کی بنیاد احادیث و آثار کے اتباع پر ہے''(۱۵)

اسی میں شاہ صاحب نے طریقۂ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں کے ذکر جہری سے انکار کو ہٹ دھرمی بتایا ہے۔(۱۶)

شاہ صاحب خود صوفی ہونے کے باوجود صوفیاء کی دور از کار تاویلات کو ناپسند کرتے تھے، بعض مقامات پر تو ان پر بڑے دلچسپ پیرائے میں طنز کیا ہے۔ سلوک و جذب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''شریعت میں راہ سلوک کی تو وضاحت کی گئی ہے لیکن راہ جذب کو بیان نہیں کیا گیا ہے جس طرح شریعت میں اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی تشریح نہیں کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود جو لوگ شارع علیہ السلام کے اقوال کو 'راہ جذب'' پر محمول کرتے ہیں تو اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی علم نحو کی مشہور کتاب کافیہ ابن حاجب سے تصوف کے قوانین اخذ کرے''۔(۱۷)

شاہ صاحب نے جہاں کوئی بات خلاف شرع دیکھی یا مسلمانوں کے حق میں اسے مضر سمجھا تو بلا توقف اس کا تعاقب و محاسبہ فرمایا:

''شخصے پیش من گفت کہ بعض مشائخ متاخرین درحق مریدین خود بشارت می دہند کہ از مرتبۂ جنید قدم پیش نہادہ است یا بہ ولایت فلاں پیغمبر رسیدہ'' شاہ صاحب اس پر نقد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ایں حرف تصنع است''۔(۱۸)

شاہ صاحب کی تنقیدات کی دوسری قسم کا تعلق صمیم تصوف سے نہیں ہے بلکہ ان کے معاصر صوفیاء سے ہے جنہیں وہ جہال، متقشفین، کرامت فروشاں وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ تصوف کے بجائے اُس زوال پزیر مسلم معاشرے کی نمائندگی کر رہے تھے جو طوائف الملوکی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس معاشرے میں صرف صوفیاء ہی زوال پزیر نہیں تھے بلکہ زندگی کا ہر شعبہ، علوم وفنون کی تمام اصناف اور مسلمانوں کے سارے طبقات فساد میں گرفتار اور رجعت قہقری کا شکار تھے۔ چنانچہ جہاں شاہ ولی اللہ نے جہال صوفیاء پر گرفت کی ہے وہیں علم سے عاری عبادت گذاروں، متقشفین فقہاء، حرفیت پسند محدثین اور غالی قسم کے اصحاب معقولات و علم کلام کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے، فرماتے ہیں کہ:

''ولا یصحب جهال الصوفية ولا جهال المتعبدين، ولا المتقشفة من الفقهاء ولا الظاهرية من

المحدثين ، ولا الغلاة من أصحاب المعقول والكلام، بل يكون عالما صوفيا زاهدا فى الدنيا دائم التوجه إلى الله منصبغا با الأحوال العلية راغبا فى السنةمتبعا لحديث رسول الله ﷺ وآثار صحابة، طالبا لشرحها وبيانها من كلام الفقهاء المحققين......" ۔[۱۹] (جاہل صوفیاء، جاہل عبادت گزاروں، متقشف فقہاء، ظاہر پرست محدثین اور غالی معقولیوں اور متکلمین کی صحبت اختیار مت کرو، بلکہ ایک ایسے صوفی عالم بن کر رہو جو دنیا سے کنارہ کش ہو اور ہمیشہ اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہو، بلند احوال میں ڈوبا ہوا ہو، سنت میں رغبت رکھتا ہو، رسول اللہ ﷺ کی احادیث طیبہ اور صحابۂ کرام کے آثار کا پیرو ہو، اور (ہوائے نفس کے بجائے) محققین فقہاء کے فرمودات سے ان احادیث وآثار کے شرح و بیان کو اخذ کرنے والا ہو۔)

ایک اور عبارت جس کی طرف ابتداء میں اشارہ کر چکا ہوں شاہ صاحب جاہل صوفیاء اور معاندین تصوف کی سرزنش کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان دونوں طبقوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور اعتدال وتوازن کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ونحن لا نزدری أحدامن العلماء فالكل طالبو الحق،ولا نعتقد العصمة فى أحد غير النبي ﷺ ، والميزان فى معرفة الخير والشر الكتاب على تاويله الصريح،ومعروف السنة لا اجتهاد العلماء ولا أقوال الصوفية ، وليس منا من لم يتدبر كتاب الله ولم يتفهم حديث نبيه ﷺ وليس منا من ترك ملازمة العلماء أعنى الصوفية الذين لهم حظ من الكتاب والسنة أو الراسخين في العلم الذين لهم حظ من الصوفية......أما الجهال من الصوفياء والجاحدون للتصوف فأولئك قطاع الطرق ولصوص الدين فإياك وإياهم"[۲۰] (ہم کسی عالم کے مخالف نہیں ہیں، سب طالبان حق ہیں، البتہ ہم نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور خیر وشر سے آگہی کا معیار صرف واضح تاویل کی روشنی میں اللہ کی کتاب اور سنت مشہور ہے نہ کہ علماء کے اجتہاد اور صوفیاء کے اقوال۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے کتاب اللہ میں غور وفکر نہیں کیا، اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں فہم وبصیرت حاصل نہیں کی، وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے ایسے علماء یعنی صوفیاء کی صحبت ورفاقت ترک کر دی ہو جنھیں کتاب و سنت میں معرفت حاصل ہو، وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ایسے علماء راسخین سے کنارہ کش ہو گیا جو تصوف آگاہ ہیں..... باقی رہے جاہل صوفیاء اور منکرین تصوف تو یہ دونوں ایمان کے لٹیرے اور دین چور ہیں ان سے بچ کے رہو۔)

شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا معاصر متصوفین یا ان کی اپنی تعبیر میں ''منتحلان تصوف'' کی نشاندہی کی ہے اور ان کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ تفہیمات میں فرماتے ہیں:

''وجمعے از منتحلان تصوف ہستند کہ لباس زناں پوشند وزیور در پائے وگلوکنند......وجمعے دیگر ہستند کہ نظارۂ امردن پیشہ گرفتہ اند وشرب خمر وبنگ وخلاعہ......اختیار نمودند''۔(۲۱)

اوراسی قبیل کے چھ مزید گروہوں کا ذکر کیا ہے اوران کے بارے میں شریعت کا حکم صریح بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ:

''إنی أقول فی نفسی إن هؤلاء المتصوفة الضالة فی زماننا هذا أشهد ا لله بالله علیهم أنهم فرقة نابتة فی الإسلام لیست من أصل الإسلام''(۲۲) (میں اس زمانے کے ان گمراہ متصوفین پر خدا کو گواہ بنا کر اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ بخدا یہ اسلام میں پیدا ہونے والا ایسا گروہ ہے جسے اصل اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔)

شاہ صاحب چونکہ تصوف کو کتاب وسنت کے تابع رکھنا چاہتے ہیں،اوراسے اس کے صفاف چشموں کی طرف واپس لوٹانا چاہتے ہیں لہٰذا وہ بے روح ''رہ ورسم خانقاہی'' کی مخالفت کرتے ہیں،عقابوں کے نشیمن پر قابض ومتصرف زاغوں کوخصوصیت سے اپنی تنقید کا ہدف بناتے ہیں،کبھی ان کے جمود وتعطل پران کی گرفت کرتے ہیں،تو کبھی ان کی بے عملی اور بے راہ روی پران کی سرزنش کرتے ہیں،کہیں انتہائی دل سوزی کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے ہیں تو کہیں انہیں حرفیت وشکلیت کوترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''أقول لأولاد المشائخ المترسمین برسم آبائهم من غیر استحقاق ، یاأیهاالناس! ما لکم تحزبتم أحزابا واتبع کل ذی رأی رأیه، وترکتم الطریقة التی أنزلها الله علی لسان محمد ﷺ رحمة بالناس ولطفا بهم وهدی لهم۔ فانتصب کل واحد منکم إماما و دعی الناس إلیه وزعم نفسه هادیا مهدیاوهو ضال ومضل۔ نحن لانرضی بهؤلاء الذین یبایعون الناس لیشتروبه ثمنا قلیلا...... ''۔(۲۳)(میں مشائخ کی ان اولاد سے کہتا ہوں جوبغیر کسی استحقاق کے بہ تکلف خودکو باپ دادا کے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں،اے لوگو!تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہو،اور ہرایک اپنی رائے کی پیروی کرر ہاہے،اورتم نے اس طریقے کوچھوڑ دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کے ذریعے دکھایا گیا ہے،اور جولوگوں کے لئے رحمت وکرم اور ہدایت ہے۔تم میں سے ہرکوئی مقتدی و رہنما بن بیٹھا ہے،اورلوگوں کواپنی طرف بلا رہاہے،اور خودکو ہادی ومہدی گمان کرتا ہے،جبکہ حال یہ کہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گربھی۔ہم اُن سے ہرگز راضی نہیں ہوسکتے جولوگوں کواس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے تھوڑی سی قیمت وصول کریں۔)

فرماتے ہیں:

”وأقول للمتفسقين من الوعاظ والعباد والجالسين في الخانقاهات أيها المتنسكون ركبتم كل صعب وذلول، وأخذتم بكل رطب ويابس ودعوتم الناس إلى الموضوعات والأباطيل وعسرتم على الخلق وإنما بعثتم ميسرين لا معسرين وتمسكتم بكلام المغلوبين من العشاق، وكلام العشاق يُطوىٰ ولا يُروىٰ، واستطبتم الوسواس وسميتموه الاحتياط......“ (۲۴) (اور میں فاسق واعظوں، عبادت گزاروں اور خانقاہوں کے مسند نشینوں سے کہتا ہوں: اے زاہدو! تم نے ہر آسان و دشوار اور خشک و تر کو اختیار کر لیا ہے، لوگوں کو موضوع روایات اور باطل خیالات کی طرف بلایا ہے اور مخلوق کو دشواریوں میں ڈالا ہے، جبکہ تم دشواریاں پیدا کرنے کے بجائے آسانیاں فراہم کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ تم نے محبانِ خدا میں سے مغلوب الحال لوگوں کے کلام کو پکڑ لیا ہے جبکہ عاشقوں کی بات کو چھپایا جاتا ہے پھیلایا نہیں جاتا ہے۔ وسوسے تمھیں خوش آتے ہیں اور تم لوگ ان کا نام احتیاط رکھتے ہو۔)

وصیت نامے میں فرماتے ہیں کہ:

”وصیت دیگر آنست کہ دست در دست مشائخ ایں زمانہ ہرگز نباید و بیعت بایشاں نباید کرد......“ (۲۵)

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہاں مشائخ سے مراد وہی ”جہال“ اور ”کرامت فروشاں“ وغیرہ ہیں۔ ورنہ خود شاہ صاحب نے اپنے معاصرین سے بیعت وارادت حاصل کی، اور ہزاروں کو اس سے سرفراز کیا۔

حضرت شاہ صاحب تصوف میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے لہٰذا ان کی منصبی ذمہ داری تھی کہ اس فن شریف میں جو دخیل افکار اور اعمال ہیں ان کی نشاندہی فرمائیں اور ان کا یہ عمل اکابرین صوفیاء جیسے حضرات جیلانی وشعرانی اور سرہندی وغیرہ کے عمل کا تسلسل ہی تھا بلکہ انہی کے تتبع اور پیروی میں تھا۔ جس طرح شعرانی کو اپنی مصلحانہ کوشش کی پاداش میں ایک گروہ کی ناراضگی وتنقید اور دوسرے گروہ کی تحریف ودسیسہ کاری کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح کچھ شاہ صاحب کے ساتھ بھی پیش آیا البتہ دونوں میں فرق یہ رہا کہ شعرانی کی کتابوں میں زیادہ تر تحریف ان کی زندگی میں ہی ہوئی جس کا انہوں نے لطائف المنن وغیرہ میں ازالہ کر دیا مگر شاہ صاحب کے ساتھ یہ معاملہ ان کے انتقال کے بعد ہوا، اور معنوی تحریفات کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں شعرانی کا سابقہ دینی معرفت رکھنے والوں اور زباں دانوں سے تھا چنانچہ ان کی شخصیت سے غبار بہت جلدی ہٹ گیا اور لوگوں کی غلط فہمیاں بھی دور ہو گئی اور دسیسہ کاریوں کا بھی سد باب ہو گیا لیکن حضرت شاہ صاحب کا معاملہ دینی لحاظ سے نسبتاً کم آگاہ اور اردو خوانوں سے پڑا چنانچہ ان کی شخصیت پر آج بھی غلط فہمیوں کی دھند پڑی ہوئی ہے۔

یہ عجب طرفہ تماشہ ہے کہ شاہ صاحب جیسے صوفی اور حامی تصوف کو تصوف مخالف کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے تو تمام اکابرین ومتقدمین صوفیا اور متاخرین میں سے تمام محققین صوفیاء کو تصوف مخالف ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے 'منتحلان تصوف' اور 'مترسمین بالصوفیہ' کے خلاف قلمی وفکری اور قولی وعملی جہاد نہ کیا ہو مگر یہ مٹھی بھر خاک سے روئے زمین کو ڈھانپنے جیسی بات ہوگی۔ بلکہ اس طرح تو فقہاء حِیل ورخص پر تنقید کے حوالے سے علماء شریعت کو فقہ مخالف، وضاعین اور راویانِ ضعاف پر محدثین کی تجریح وتنقید کے نام پر انہیں حدیث مخالف، فلسفیانہ افکار رکھنے والے متکلمین کی زجروتوبیخ پر علماء عقیدہ کو توحید وکلام مخالف اور اسرائیلیات وذاتی رائے کو تفسیر میں شامل کرنے والوں کی مخالفت کو تفسیر کی مخالفت ثابت کیا جاسکتا ہے۔

ایمان ودیانت کی بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کے حوالے سے تصوف کو رد کرنے سے زیادہ صحت مند علمی رویہ یہ ہوگا کہ تصوف کے حوالے سے شاہ صاحب کو رد کردیا جائے، اس لیے کہ شاہ صاحب نہ تو شریعت کا مدار علیہ ہیں اور نہ ان پر نجات اخروی موقوف ہے، لیکن اس کے لیے تطہیر وبراءت کی ایک لمبی اور دل شکن ریاضت درکار ہوگی۔

آخر میں ایک اہم سوال ہے کہ جب حضرت شاہ صاحب کا ایک نظری وعملی صوفی ہونا آفتاب نیم روز کی طرح واضح وروشن ہے، اور ان کی تنقید تصوف کی حدیں بھی متعین ہیں جو صرف بعض فرعی مسائل اور جاہل صوفیاء تک محدود ہیں؛ تو آخر کیا وجہ ہے کہ گزشتہ ایک سو برس یا کچھ کم وبیش سے شاہ صاحب کو تصوف کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے؟ ایں وآں قدر ہر کوئی شاہ صاحب ہی کے حوالے سے تصوف کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ شاہ صاحب تصوف کی چودہ سو سالہ تاریخ کے سب سے محتاط صوفی ہوں بلکہ ان سے کہیں زیادہ محتاط اور ظاہر شریعت پر عمل کرنے والے بھی ناوک طعن وتنقید سے محفوظ نہیں ہیں۔ تو پھر شاہ صاحب میں ایسی کیا خصوصیت ہے یا پھر معارضین تصوف کی ایسی کون سی مجبوری ہے کہ ان کے بغیر بات نہیں بنتی ہے، اور تصوف مخالف کوئی بھی تحریر وگفتگو ان کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی؟ کیا یہ اس لئے کہ اسلامیان ہند میں شاہ صاحب سے پہلے ان کے قد وقامت کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جسے اس کام کے لئے استعمال کیا جائے؟ یا ان کے بعد کی کوئی شخصیت خود معارضین کی اپنی نگاہوں میں بھی لائق اعتنا اور قابل شمار نہیں؟ جب کہ ان کے بعد تصوف مخالف شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے۔ یا اس کا سبب فکر ولی اللہی کی وہ آدھی ادھوری، محرف اور غیر واقعی صورت گری ہے جو ماضی میں کی گئی ہے، اور جس نے اس علمی تضاد اور فکری تناقض کو جنم دیا ہے؟ یا........کوئی اور سبب ہے؟ اس سوال کا جواب ایک اہم اور ضروری علمی تقاضہ ہے'' فهل من مجيب؟ ''(۲۶)۔

☆☆☆

حوالے وحواشی

(۱) شاہ صاحب کے ان افکار و معمولات کے لئے خود ان کی تصنیفات ملاحظہ فرمائیں جیسے: القول الجمیل (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکادمی، لاہور)، الطاف القدس (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۰۷ھ)، فیوض الحرمین (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۰۸ھ)، انفاس العارفین (مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۳۵ھ)، ہمعات (مکتبہ رحمانیہ، دیوبند، ۱۳۶۹ھ)، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ وأسانید وارثی رسول اللہ (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۱۱ھ)، أطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم (مطبعہ ضیاء القرآن، لاہور، ۱۹۸۵ھ)، الخیر الکثیر، مرتبہ: شیخ محمد عاشق پھلتی (مدینہ برقی پریس، جونپور، ۱۳۵۲ھ)، لمحات (حیدرآباد، غیر مؤرخ)، التفہیمات الالٰہیہ (مجلسِ علمی، ڈھابیل، ۱۳۵۵ھ) القول الجلی فی ذکر آثار الولی وغیرہ وغیرہ۔

مزید دیکھئے: پروفیسر یسین مظہر صدیقی، الامام الشاہ ولی اللہ الدہلوی، عرض موجز لحیاتہ وفکرہ، ادارہ علومِ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۱ھ، ۶۹،۶۷۔

(۲) رسائلِ شاہ ولی اللہ، جلدِ اول، تحقیق و ترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۹ھ، ۲۲۵-۲۲۶۔

(۳) تفہیمات، مطبوعہ ڈھابیل، ۲:۱۵۰۔

(۴) نفسِ مرجع، ۲:۱۵۱۔

(۵) تصوف کی کتابیں کتاب وسنت سے تمسک اور شریعت کی اتباع و تعظیم کی اہمیت و ضرورت کے موضوع سے بھری ہوئی ہیں۔ تصوف پر اس جہت سے طعن و تشنیع بڑی نامناسب بات ہے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں: "علمنا هذا مشتبك بالكتاب و السنة" (ہمارا یہ علمِ تصوف حدیثِ رسول ﷺ سے گندھا ہوا ہے)۔

دیکھئے: ابونصر سرّاج طوسی، کتاب اللمع، دار الکتب الحدیثۃ، مصر، ۱۹۶۰ھ، ۱۴۴۔

ابوحفص نیشاپوری متوفی ۲۷۰ھ فرماتے ہیں کہ: "من لم يزن أفعاله و أقواله فی كل وقت بالكتاب و السنة و لم يتهم خواطره فلا يعدّ فی ديوان الرجال" (جو ہمہ وقت اپنے اعمال واقوال کو کتاب وسنت پر نہیں تولتا اور اپنے ذاتی خیال کو رد نہیں کرتا اس کا شمار صوفیاء میں نہیں ہوتا ہے)۔

ان شواہد کے لئے دفاتر کی ضرورت ہوگی، اور یہ ایسی حقیقت ہے اس عہدِ زوال میں کوئی کچھ بھی کہے لیکن اس کا اعتراف خود شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم نے کیا ہے۔ اول الذکر اپنی کتاب "الفرقان بين أولياء الرحمان و أولياء الشيطان" میں فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، معروف کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ کتاب وسنت کے مشائخ ہیں، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین''، اور ابن قیم صوفیاء کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ: ''تصوف کتاب وسنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے''۔

دیکھئے: محمد منظور نعمانی (مرتب) تصوف کیا ہے، مقالہ: محمد اویس نگرامی ''تصوف اور شیخین''، کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ، ۱۹۸۱ھ، ۹۱۔

(۶) تفہیمات مطبوعہ ڈھابیل، ۲:۴۵۔

(۷) امام اہل تصوف شعرانی فرماتے ہیں: ''إن ابليس نفسه و هو ملهم الخبائث لا يجرؤ تلك القولة الملعونه التى ارتكب

أربـابهـا أمرا إدا تكاد السماوات يتفطرن منه و تخر الجبال هدا ’’(برائیوں کاملہم ہونے کے باوجود خود ابلیس نے بھی اس ملعون قول کی جرأت نہیں کرے گا جس کا ارتکاب اتحاد وحلول کا عقیدہ رکھنے والوں نے کیا ہے، قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور پہاڑ ڈھہ کر گرجائیں)۔

دیکھئے: طہٰ عبدالباقی، التصوف الاسلامی والامام الشعرانی، باردوم؛ مکتبۃ النہضۃ، قاہرہ، ۱۹۵۵، ۹۲۔

اور خود شیخ اکبر نے حلول واتحاد کا رد کیا ہے، اپنی کتاب ’’عقیدۂ وسطیٰ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ: ’’لا حـلـول و لا اتحاد ... و ما قـال بـالاتـحاد إلا أهل الإلحاد كما إن القائل بالحلول من أهل الجهل و الفضول ’’(کہاں کا حلول اور کیسا اتحاد...اتحاد کی بات کرنے والا ملحد اور حلول کا قول کرنے والا صاحب جہل وفضول ہے)۔

دیکھئے: التصوف اسلامی، مرجع سابق، ۹۱۔

(۸) تفہیمات مطبوعہ ڈھابیل، ۱:۲۰۶۔

(۹) التفہیمات الالہیۃ، مخطوطہ حبیب گنج کلکشن مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۶۹۴۔

(۱۰) الطاف القدس، ترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸، لطائف خمسہ کی تہذیب کا بیان، ۴۹۔

(۱۱) الانعام: ۱۵۱۔

(۱۲) الطاف القدس، مرجع سابق، ۵۹۔

(۱۳) القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، شاہ ولی اللہ اکاڈمی، لاہور، ۶۴۔

(۱۴) نفس مرجع، ۵۱، ۵۲۔

(۱۵) ہمعات، اردو ترجمہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۹، ۶۰۔

(۱۶) نفس مرجع، ۶۷۔

(۱۷) نفس مرجع، ۸۵۔

(۱۸) تفہیمات (مخطوطہ)، ۶۶۱۔

(۱۹) القول الجمیل، مرجع سابق، ۱۰۷۔

(۲۰) تفہیمات، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری؛ وعبیداللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ، سندھ ساگر اکاڈمی لاہور، ۱۹۴۴، ۲۱۰۔

(۲۱) تفہیمات ڈھابیل، ۱:۱۱۳۔۱۱۵۔

(۲۲) نفس مرجع، ۱:۲۰۵۔

(۲۳) تفہیمات (ڈھابیل)، ۱:۲۱۴۔

(۲۴) نفس مرجع، ۱:۲۱۵۔

(۲۵) تفہیمات، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ، حیدرآباد (سندھ)، ۲۸۹۔

(۲۶) عربی عبارت کا مقصد دعوت جواب نہیں صرف دعوت فکر ہے، اور یہ محض ایک سخن گسترانہ فقرہ ہے۔